امام سفیان ثوری کوفی رحمۃ اللہ علیہ

۹۷ھ ——— ۱۶۱ھ

(از مولانا حافظ محمد اسحٰق صاحب صدر مدرس تقویۃ الاسلام لاہور)

(۲)

والد کی فرمانبرداری آپ والدین کے بڑے فرمانبردار تھے۔ ان کا ہر حکم ماننے کے لیئے ہمہ وقت مستعد اور تیار رہتے تھے۔ کوئی ایسی حرکت نہیں کرتے تھے جس سے آپ کی طرف سے ان کے دل میں کدورت پیدا ہو۔ اور آپ ان کی مخلصانہ دعاؤں سے محروم ہو جائیں۔ یحییٰ بن یمان کہتے ہیں۔ ایک دفعہ میں مکہ معظمہ جانے کے لیئے تیار ہوا۔ اس وقت امام سفیان وہاں مقیم تھے۔ آپ کے والد ماجد سعید نے مجھے کہا۔ میرے بیٹے کو پیغام دینا کہ ایک دفعہ کوفہ آ جائے۔ میں جب مکہ پہنچا تو آپ نے مجھ سے اپنے والد کا حال پوچھا۔ میں نے کہا خیریت سے ہیں۔ آپ کو کوفہ آنے کے لیئے کہتے تھے۔ آپ اسی وقت جانے کے لیئے تیار ہو گئے۔ اور کہنے لگے ابرار کو ابرار اس لیئے کہتے ہیں کہ وہ ماں باپ اور اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آتے ہیں۱؎

زہد و قناعت علم و فضل کی فراوانی اور کمال کے باعث جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے اگر آپ چاہتے تو بڑے عیش و آرام اور امیرانہ ٹھاٹھ کی زندگی بسر کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے ہمیشہ زہد و قناعت کو ترجیح دی۔ دنیا اور اس کے مال و متاع سے اعراض کیا۔ بادشاہانِ وقت اور خلفائے نامدار کی طرف سے جلیل القدر عہدے پیش کیئے گئے۔ مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ امراء و اغنیاء کے تحائف اور نذرانے لے کر ان کا احسان مند ہونا بھی کبھی پسند نہ آیا۔ بلکہ اسے ذلت کا سبب قرار دیا۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ کے گورنر محمد بن ابراہیم ہاشمی نے آپ کی خدمت میں پانچ سو روپے بھیجے۔ آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔ کسی نے کہا کیا آپ کے خیال میں یہ مال حلال نہیں ہے؟ فرمانے لگے حلال تو ہے۔ مگر میں اپنے آپ کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۲؎

ایک دفعہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا فلاں شخص نے آپ کے لیئے میرے ہاتھ

۱؎ تقدمہ ص۱۲۵　۲؎ تقدمۃ الجرح ص۱۱۴

ایک ہزار دینار کی تھیلی بھیجی ہے۔ فرمانے لگے میری ہمشیرہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے کچھ آٹا دیا ہے یا نہیں؟ بولا جی ہاں! اس نے آٹے کی ایک تھیلی دی ہے۔ بولے آٹے کی تھیلی مجھے دے دو اور دیناروں کی تھیلی جس سے لائے ہو اسے واپس کر دو[1]

ایک دفعہ روپے سے بھری ہوئی ایک تھیلی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ لانے والے کا والد امام صاحب کا گہرا دوست تھا۔ آپ کا اکثر اس کے پاس آنا جانا رہتا تھا۔ بلکہ عموماً دوپہر کو اس کے ہاں آرام فرمایا کرتے تھے۔ وہ بولا آپ کو میرے والد سے کوئی شکایت ہے؟ آپ نے نفی میں جواب دیا۔ اس کی بڑی تعریف کی۔ دیر تک اس کے فضائل بیان کرتے رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ سے اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگی۔ اس پر وہ شخص بولا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے والد سے ورثہ میں بہت سامان ملا ہے۔ اسی مال سے میں نے یہ رقم آپ کی خدمت میں پیش کی ہے۔ میری تمنا ہے کہ آپ اسے قبول فرما کر اپنے کام میں لائیں۔ آپ نے وہ رقم لے لی۔ جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ نے اپنے بھائی مبارک سے اسے واپس لانے کے لئے کہا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا میرے بھتیجے! تمہاری پیشکش میں نے قبول کر لی ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم اسے لے جاؤ۔ وہ بولا کیوں؟ آپ کے دل میں کچھ شک پیدا ہو گیا ہے؟ فرمایا۔ کچھ شک پیدا نہیں ہوا۔ لیکن میری خواہش یہ ہے کہ آپ اسے لے جائیں۔ آپ نے اس قدر زور دیا اور اتنا اصرار کیا کہ وہ مال واپس لے جانے پر مجبور ہو گیا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ کے بھائی مبارک نے کہا۔ بھائی جان! آپ کے سینہ میں دل ہے یا پتھر؟ مانا کہ آپ عیال دار نہیں ہیں اور اس مال سے بے نیاز ہیں۔ آپ کو ہمارا اور ہمارے بال بچوں کا خیال بھی نہیں ہے۔ یہ مال ہمیں دے دیا ہوتا۔ جس سے ہمارے چند دن آرام سے گذر جاتے۔ جب مبارک نے کچھ اس قسم کی باتیں کیں تو فرمانے لگے مبارک! یہ کبھی نہ ہو گا کہ تم اسے مزے سے کھاؤ اور اس کے حساب کی ذمہ داری مجھ پر عائد ہو[2]

ایک دفعہ خلیفہ منصور کے دربار میں گئے۔ اس نے کہا۔ اپنی کوئی حاجت بیان کرو۔ فرمانے لگے میری حاجت بس یہی ہے کہ جب تک میں خود نہ آؤں مجھے یہاں آنے کے لئے مجبور نہ کیا جائے[3]

ایک موقعہ پر کسی نے کہا آپ کے لئے بیت المال سے کچھ مال آ رہا ہے۔ یہ سنتے ہی اٹھ کر چلے

---

[1] تقدمۃ الجرح ص۱۰۱ [2] تاریخ بغداد ص۱۶۱ جلد ۹ [3] تقدمہ ص۱۱۲

گئے اور ایسے غائب ہوئے کہ تلاش کے باوجود نہ مل سکے۔[1]

آپ کے شاگرد رشید امام عبدالرزاق فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں حج کی غرض سے مکہ معظمہ آیا اس سال خلیفہ مہدی بھی آیا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ امام صاحب خلیفہ کی مجلس سے واپس آ رہے ہیں اور چہرہ پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہیں۔ فرمانے لگے۔ مجھے ابو جعفر کے بیٹے کی مجلس میں لایا گیا تھا۔ کہنے لگا۔ اے ابو عبداللہ! ہم تمہیں تلاش کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ اب تم ایک مقدس مقام میں ہمارے قبضہ میں آ گئے ہو۔ کوئی حاجت بیان کرو پوری کر دی جائے گی۔ میں نے کہا۔ مجھے تم سے کیا حاجت ہے؟ مہاجرین اور انصار کی اولاد تمہارے سامنے بھوکی مر رہی ہے ان کی دست گیری کرو۔ اس کا وزیر ابو عبید اللہ کہنے لگا۔ فضول باتیں مت کرو۔ امیر المومنین سے اپنی کوئی حاجت بیان کرو۔ میں نے کہا۔ امیر المومنین کی طرف میری کوئی حاجت نہیں ہے۔ (مگر ایک بات سن لو) امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ حج کے لئے آئے تو خازن سے پوچھا ہمارے اس حج پر کیا خرچ ہوا۔ خازن نے جواب دیا بارہ دینار۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہم نے بڑا اسراف کیا ہے اور بے جا فضول خرچی سے کام لیا ہے۔ مگر اب تمہارے اخراجات کا یہ حال ہے کہ پہاڑوں جتنا مال بھی پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔ اس پر مہدی بولا اے ابو عبداللہ! اگر میں ہر حقدار کو اس کا حق نہ پہنچا سکوں تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ میں نے کہا اپنے دین کی فکر کرو۔ اور حکومت اس شخص کے حوالہ کر کے گھر بیٹھ جاؤ۔ جو ہر حقدار کو اس کا حق پہنچانے پر قادر ہو۔ مہدی تو یہ سن کر خاموش ہو رہا۔ مگر اس کا وزیر ابو عبید اللہ کہنے لگا۔ تم بڑی فضول باتیں کرتے ہو۔ امیر المومنین سے کوئی حاجت بیان کرنا ہو تو کہو ورنہ چلے جاؤ میں اٹھ کر چلا آیا ہوں۔[2]

زہد و قناعت کا یہ حال تھا کہ رہائش کے لئے کوئی پختہ اور آرام دہ مکان نہیں بنایا۔ ساری زندگی ایک بوسیدہ جھونپڑی میں بسر کر دی۔ جب وہ بارش میں ٹپکتی اور گھر والے شکایت کرتے تو فرماتے

اطرحوا علیہ مادا ولا یامر ببنطینہ[3]

اس پر راکھ وغیرہ ڈال دو اسی پر اکتفا کرتے اور اس کی لپائی کا بھی حکم نہ دیتے

بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ جب آپ کے تجارتی مال کے آنے میں دیر ہو گئی تو مکان سے شہتیر اتار کر فروخت کر دیئے اور اس کی قیمت پر بسر اوقات کرنے لگے۔ جب مال آتا تو پھر مکان پر نئے

---

[1] ص۱۱۲ [2] تقدمۃ الجرح ص۱۱۱ [3] تقدمۃ الجرح ص۱۲۱

شہتیر ڈالتے تھے[1]۔ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے چونہ اور قلعی سے اس لئے نفرت ہے کہ ان کا شمار دنیا کو زیب و زینت بخشنے والی چیزوں میں ہوتا ہے[2]۔ یہ بھی کہا مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں کیا کھاؤں یا کیا پہنوں۔ جو میسر آجائے اس پر گذارا کرنا میرے لئے آسان ہے۔ آپ کی اوپر کی چادر اتنی تنگ ہوتی تھی کہ بیٹھتے وقت بھی زمین تک نہیں پہنچتی تھی[3]۔

عمرو بن محمد عنتری کا بیان ہے کہ میں نے امام صاحب کو مکہ معظمہ میں دیکھا۔ آپ نے سرخ تہبند اور سرخ چادر زیب تن کی ہوئی تھی۔ پاؤں میں بکری کے بالوں سے سلے ہوئے موزے تھے۔ سر پہ معمولی ٹوپی تھی۔ جو نصف تک میلی ہو چکی تھی میرے اندازے میں پورے لباس کی قیمت ڈیڑھ درہم (تقریباً سات آنے) ہوگی[4]۔ اسی لئے یوسف ابن اسباط کہتے ہیں۔ میں نے امام سفیان اور محمد بن نصر حارثی سے بڑھ کر "تارک الدنیا" کوئی نہیں دیکھا[5]۔

سرکاری مناصب اور اعزاز قبول کرنے سے انکار

امام صاحب کو ملوک و سلاطین کی مجالس میں حاضر ہونا سخت ناپسند تھا۔ اگر ان کے اصرار سے کبھی جانے کا اتفاق ہوتا تو خوب کھری کھری سناتے۔ اور ان کے شاہانہ جاہ و جلال سے کبھی مرعوب نہ ہوتے۔ وعظ و نصیحت سے فراغت کے بعد فوراً ان کی مجلس سے بھاگنے کی کوشش کرتے۔ اور ان کی طرف سے پیش کردہ عہدوں کو کبھی خاطر میں نہ لاتے تھے ایک دفعہ خلیفہ مہدی کی مجلس میں حاضر ہوئے تو دستور کے مطابق خلیفہ کو شاہانہ سلام کرنے کی بجائے عام لوگوں کی طرح السلام علیکم کہا۔ ربیع تلوار لئے خلیفہ کے حکم کا منتظر کھڑا تھا۔ مہدی نے کشادہ روئی سے سلام کا جواب دیا اور کہا۔ سفیان! تم ہمارے پاس آنے کی بجائے ادھر ادھر بھاگے پھر رہے ہو تمہارے خیال میں ہم تمہیں پکڑنے اور سزا دینے سے عاجز ہیں۔ اب تم ہمارے قابو میں ہو۔ تمہیں ڈر نہیں لگتا کہ ہم تمہارے متعلق اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کر دیں؟ امام صاحب بولے اگر تم میرے متعلق فیصلہ کرو گے تو تمہارے متعلق قادر قیوم خدا فیصلہ کرے گا جو حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ربیع بولا امیر المومنین! یہ جاہل آپ کے سامنے کیسی حماقت کی باتیں کر رہا ہے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ مہدی نے کہا چپ رہو! یہ اور اس کے ساتھی تو یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں قتل کر دیں۔ اور ان کی سعادت کے عوض اپنے لئے بدبختی مول لیں۔ انہیں کوفہ کی قضا کا پروانہ لکھا

---

[1] تقدمۃ الجرح ص ۹۹ [2] ایضاً ص ۱۰۵ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً

اور اس میں صراحت کردو کہ ان کے کسی فیصلہ کے خلاف اپیل نہیں ہو سکے گی۔ چنانچہ عہدۂ قضاء کا فرمان لکھ کر آپ کے حوالے کر دیا گیا۔ آپ یہ فرمان لے کر دجلہ کے کنارے آگئے۔ اسے دریا میں پھینک دیا اور خود ایسے روپوش ہوئے کہ ہر قریہ اور ہر شہر میں تلاش کے باوجود نہ ملے[1]

کسی اور موقعہ پر آپ مہدی کے دربار میں آئے اور السلام علیکم اے ابو عبد اللہ! مزاج کیسا ہے؟ کہہ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا حضرت عمرؓ حج کے لئے آئے تو ان کے آنے اور جانے میں کل ۱۶ روپے خرچ ہوئے اور تم نے اپنے حج میں تمام بیت المال صرف کر ڈالے ہیں۔ مہدی بولا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں بھی آپ کی طرح ہو جاؤں؟ فرمانے لگے نہیں۔ مجھ سے زیادہ خرچ کرو لیکن جتنا تم خرچ کر رہے ہو اس سے کم ہونا چاہیئے۔ اس پر مہدی کا وزیر ابو عبید اللہ کہنے لگا۔ اے ابو عبد اللہ! آپ نے بھی جب ہمیں لکھا ہم برابر اس کی تعمیل کرتے رہے ہیں۔ امام صاحب نے پوچھا یہ کون ہے؟ مہدی نے کہا یہ ہمارا وزیر ابو عبید اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے بچتے رہیئے یہ جھوٹ کہہ رہا ہے۔ پھر انکار کے لہجہ میں اسے کہا۔ میں نے تمہاری طرف کب لکھا ہے؟ یہ کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ مہدی نے پوچھا اے ابو عبد اللہ اب کہاں چلے؟ فرمانے لگے ابھی آتا ہوں۔ جوتا وہاں چھوڑ کر چند قدم آگے گئے پھر واپس آکر جوتا پہنا اور ایسے گئے کہ پھر آنے کا نام نہیں لیا۔ دیر تک انتظار کرنے کے بعد مہدی نے کہا۔ واپس آنے کا وعدہ کر کے گئے ہیں اور ابھی تک نہیں آئے؟ حاضرین میں سے کسی نے کہا جب مڑ کر جوتا لینے آئے تھے اسی وقت واپسی کا وعدہ پورا کر گئے تھے۔ مہدی نے آگ بگولا ہو کر کہا تمام لوگ رام ہو گئے ہیں مگر سفیان ثوری اور یونس بن فروہ زندیق رام ہونے میں نہیں آتے۔ اس نے آپ کو ایک زندیق کے ساتھ ملا دیا۔ پھر کہا جیسے ممکن ہو انہیں تلاش کیا جائے۔ مسجد حرام میں دیکھو امام صاحب مسجد حرام میں عورتوں کے جھرمٹ میں چھپ گئے۔ انہوں نے آپ پر کپڑے ڈال دیئے۔ کسی نے پوچھا آپ نے ایسا کیوں کیا تھا؟ جواب دیا عورتیں زیادہ رحم دل ہوتی ہیں۔ پھر آپ بصرہ چلے گئے اور حیاتِ مستعار کے باقی ماندہ دن وہاں چھپے رہنے لگے[2] ایک روایت کے مطابق شہر میں منادی کرا دی گئی کہ جو انہیں پکڑ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام ملیں گے۔ اور جو اپنے گھر پناہ دے گا اس کے لئے امان نہیں ہے[3]

---

[1] ابن خلکان ص ۲۱۰ ج ۱ و شذرات الذہب ص ۲۵۰ ج ۱ [2] تاریخ بغداد ص ۱۶۰ ج ۹ [3] تقدمہ ص ۱۲۵

مہدی کا وزیر ابو عبید اللہ کہا کرتا تھا ہم نے جب کبھی کسی کی گردن میں ہاتھ ڈالا اسے توڑ کر رکھ دیا۔ مگر سفیان ثوری کے مقابلہ میں عاجز رہے۔[1]

حج کے موقعہ پر مکہ معظمہ میں آپ اور امام اوزاعی مفضل بن مہلہل کے گھر جمع ہوئے۔ امیر حج عبدالصمد بن علی ہاشمی خبر پاکر وہاں آیا اور دروازے پر دستک دی۔ آپ اطلاع پاکر بیت الخلاء میں داخل ہو گئے۔ امام اوزاعی نے دروازہ کھولا اور امیر کا استقبال کیا۔ امیر نے پوچھا آپ کون ہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا میں ابو عمرو اوزاعی ہوں۔ بولا اللہ تعالےٰ آپ کو امن سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے آپ کے خطوط ہمارے پاس آتے ہیں اور ہم نے آپ کی حاجت روائی میں کبھی تاخیر جائز نہیں رکھی۔ امام ثوری کہاں ہیں؟ امام صاحب نے کہا وہ بیت الخلاء میں ہیں۔ پھر امام اوزاعی گئے اور امام سفیان سے کہا۔ یہ امیر آپ ہی کی ملاقات کے لئے آیا ہے۔ امام صاحب تیوری چڑھائے ہوئے نکلے اور بولے "السلام علیکم مزاج کیسا ہے؟" امیر نے کہا اے ابو عبداللہ! میں آپ سے مناسکِ حج لکھنے کے لئے آیا ہوں۔ فرمانے لگے۔ میں آپ کو اس سے ایک بہتر چیز بتاتا ہوں۔ امیر بولا بتائیے! وہ کیا ہے؟ فرمایا ملازمت چھوڑ دو۔ کہنے لگا میں امیر المومنین ابو جعفر کو کیا جواب دوں گا؟ آپ نے کہا اگر آپ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کے لئے ایسا کریں گے تو وہ آپ کو ابو جعفر کے شر سے بچالے گا۔ اس پر امام اوزاعی بولے اے ابو عبداللہ! یہ قریش ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ تعظیم سے پیش آئیں۔ آپ نے کہا اے ابو عمرو! ہم انہیں مار نہیں سکتے ہم ان کی تادیب ایسے طرزِ عمل سے ہی کر سکتے ہیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ یہ سن کر امام اوزاعی نے مفضل کو اشارہ کیا اٹھو! یہاں سے چلیں۔ مجھے خطرہ ہے کہ یہ آدمی پولیس بھیج کر ابھی ہمارے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوا دے گا۔ اور انہیں (امام ثوری) تو اس کی کچھ پرواہ نہیں معلوم ہوتی[2]

بادشاہوں کو وعظ ایک مرتبہ مہدی کے پاس لائے گئے تو فرمانے لگے حضرت عمر بن الخطابؓ کی سیرت کو اپنے لئے مشعلِ راہ بناؤ۔ کہنے لگا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صحابہ موجود تھے جو راہِ حق میں ان کے معاون و مددگار رہتے۔ فرمانے لگے، عمر بن عبدالعزیز کو نمونہ بناؤ۔ وہ تو فتنہ و فساد کے زمانہ میں تھے پھر بھی جو کچھ ان کی زبان سے نکلا لوگوں کے لئے سنتِ جاریہ بن گیا۔ بولا اگر مجھ سے یہ نہ ہو سکے تو پھر؟ فرمایا

---

[1] تقدمہ صہ ۱۰۶ [2] تاریخ بغداد صہ ۱۵۹ ج ۹

پھر خلافت کا دھندا چھوڑو اور گھر میں بیٹھ رہو۔[۵۱]

ایک دفعہ آپ کو ڈھونڈ ڈھانڈ کر ابو جعفر منصور کے دربار میں حاضر کیا گیا۔ ولی عہد مہدی خلیفہ کے پاس کھڑا تھا۔ آپ قالین کو پاؤں سے ہٹا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ مہدی نے کہا۔ اے ابو عبداللہ! امیر المومنین کو کوئی ایسی حدیث سنائیے جس سے انہیں نفع حاصل ہو۔ فرمایا اگر آپ کوئی ایسی بات پوچھیں گے جو میں جانتا ہوں تو اس کے بتانے میں دریغ نہیں کروں گا۔ ولی عہد نے اپنی بات کو پھر دہرایا تو بولے میں واعظ نہیں ہوں پھر کہا قدامہ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار بطن وادی میں کھڑے ہو کر رمی جمار کرتے دیکھا ہے۔ آپ کا راستہ صاف کرنے کے لیئے نہ لوگوں کو ہٹایا جاتا تھا نہ دھکے دیئے جاتے تھے۔ اور نہ یہ کہا جاتا تھا پیچھے ہٹو پیچھے ہٹو! مہدی نے کہا امیر المومنین کو کچھ اور نفع بخش باتیں سنایئے آپ نے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورۃ فجر کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۔ اِرَمَ
ذَاتِ الْعِمَادِ۔ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ
وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ وَفِرْعَوْنَ
ذِي الْأَوْتَادِ۔ الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ۔ فَأَكْثَرُوا
فِيهَا الْفَسَادَ۔ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ
إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔

کیا آپ کو معلوم نہیں لمبے لمبے ستونوں والی قوم عاد، وادی القریٰ میں پہاڑ کھود کر بسنے والی قوم ثمود اور اپنا نذراروں کے بدن میں میخیں ٹھونکنے والے فرعون کا انجام! جب زمین میں ان کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں۔ اور ان کا ظلم و ستم انتہا کو پہنچ گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے عذاب بھیج کر انہیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ گھات میں ہے۔

پھر کہا مجھے پیشاب کی حاجت ہے اور باہر چلے گئے۔[۵۲]

سب و شتم سے اجتناب

آپ بادشاہوں کی مصاحبت سے نفرت، انہیں کھری کھری سنانے اور ان پر کڑی تنقید کرنے کے باوجود ان میں سے کسی کے حق میں سب و شتم اور لعن و طعن جائز نہیں سمجھتے تھے۔ آپ کے شاگرد رشید امام عبدالرحمان بن مہدی کا بیان ہے۔

ما سمعت سفیان یسب احدا من السلطان
فی شدتہ علیھم بل سمعتہ یقول انی لادعو
للسلطان یعنی بالصلاح ولکنی لا استطیعہ ان
ادعو فیھم۔[۵۳]

بادشاہوں کے متعلق سخت رویہ اختیار کرنے کے باوجود میں نے امام سفیان سے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے ان میں سے کسی کو سب و شتم کا نشانہ بنایا ہو البتہ یہ کہتے ہوئے سنا ہے میں بادشاہوں کے حق میں صلاحیت کی دعا کرتا ہوں لیکن اکثر وہی بھول جاتا ان میں ہاں [illegible]

---

[۲۳] [illegible]